

اختری نہ ہی اختری کا مال کم از کم جواہرات کا صندوق تھے قبفہ میں کر لو پھر اس پر بنزا کو لے کے اڑ جاؤں گا، اس طرح کہ کسی کو پتہ نہ چلے گا اُسکو خبر نہ ہتی کہ لذاب مرزا اور جعفر علی سایہ کی طرح اُس کے پیچھے پیچھے رہتے ہیں۔ اس کے ماوراء خفیہ پولسیں کے اہلکار جن کو لذاب مرزا اور جعفر علی نے لگا کر کھا لھا۔ اُس کی تمام حرکات دیکنات کی خبر رکھتے تھے وہ کہیں ہو کوئی نہ کوئی اُس کے پاس بلکہ ساتھ رہتا ہے یہ خفیہ مکان بھی اُن سے چھپا ہوا نہ کھا جب یہ یہاں آتا ہے ایک لنگر ٹافی پر پیچھے پیچھے در داڑوں پر بھیک مانگتا ہوا آگے پیچھے ساتھ ہی ساتھ در داڑے میں پہنچا جاتا ہے پھر پولسیں کے سپاہی کا پھر انگلی میں رات بھر رہتا ہے، یہ سب اس کی ٹوہ میں ہیں مرآ و علی اپنے کو بڑا ہو شیار سمجھتا تھا مگر علم و عقل میں بڑی قوت ہے خصوصاً نیک نیتی کے ساتھ جو کام ہوتا ہے کامیابی ہوتی ہے وہ چوروں کی احتیاط ہنسی ہے بلکہ چوروں سے محفوظ رہتے والوں کی احتیاط ہے۔ اختری کے حامیوں کو اجھی طرح معاوم تھا کہ یہ کوئی دار اختری کی ذات یا مال پر کہرنے والا ہے اس لئے اس کو نگرانی میں رکھا تھا، عین اتنکا ب جرم کے وقت گرفتار کرنے کا مفہوم قصہ کر لیا تھا۔

بایہ

کیا میان حاصل اختری کا حقیقتی چھپا ہے؟

لواب مرزا اور حکیم جعفر علی اور خود اختری کو بھی ایک نوحہ کے لئے یہ شبہ ہنس ہوا کہ میاں جان کوئی شخص اُس کی ولایت کا دعوے دار ہے۔ مگر خود شید مرزا کو مرآۃ علی نے یقین کر دیا تھا اور اس بہانے سے وہ اختری کا مال کو کاتا جاتا تھا، جو اہر کا صندوق تھا مغل ہو کے خود شید مرزا کی لاکھی ٹھہر ہونے کے بعد چنان کی کوئی میں مرآۃ علی کی صرفت پہنچ گیا تھا۔ شیخ احمد علی کو انتقال کئے ہوئے ایک ہفتہ گزر گیا تھا۔ اب مرآۃ علی کے نام خود شید مرزا کا منوار نامہ عام کامل اختیارات کے ساتھ تصدیق ہو چکا۔ یہ سب امور وقت مرآۃ علی فی الحقيقة از ادہنی ہے ہر وقت دو ایک ہوشیار شخص اُس کے ساتھ رہتے ہیں۔ لواب مرزا اور جعفر علی میں مشورہ ہوتا ہے۔

لواب مرزا۔ بھائی خود شید مرزا اس بدمعاش کے دم میں آگئے، بالکل قابوں میں اب کوئی دار کیا ہی چاہتا ہے۔

جعفر علی۔ کیا کہوں ماموں جان کس خواب غفلت میں ہیں۔ مرآۃ علی میاں جان کا خوف دلا کے جو ماموں جان سے کہتا ہے وہ کہ دیتے ہیں، یہ جواہرات کا صندوق تھے مہماں کے پاس جب سے گیا ہے مجھے بڑا اندیشہ ہے۔ مرآۃ علی جب چاہے مہماں سے لے کے چلتا ہو۔

نواب مرتضی - خورشید مرتضی اکا مختار عام پھر اس کی معرفت صندوچ قبھ رکھوایا گیا ہے۔
جعفر علی - اچھا تو ایک احتیاط اور کر لینا چاہئے حسین علی خاں کی معرفت دوسرا ہی
نوكر کر لیجئے اور مرآد علی کی شکل سے دور دکھلا دیجئے جتنی رسیں لکھنؤ سے جاتی ہیں،
سب کو دیکھ لیا کریں۔ جانے والے مسافروں کے پھاٹک کے پاس مکٹ جہاں بتاہے
اور جد ہر سے نکل جانے کا احتمال ہو نگرانی رکھا چاہئے۔

نواب مرتضی - دوسرا ہی نہیں کم سے کم پانچ چھوٹ نشایہ آدمیوں کی ضرورت ہے
مگر میرا یا آپ کا ہونا موقعہ پر ضرور ہے ورنہ اور کسی کو ایکا ایکی مرآد علی پر ہاتھ دالنے کی
چوراٹ مشکل سے ہوگی۔

جعفری علی - بے شک! تو پھر مجھکو یا آپ کو اسٹیشن پر رہنا چاہئے مگر یہ میان چان
والا واقعہ صاف ہو جائے تو پھر ترجیح۔

نواب مرتضی - مجھے کو تو اُس کے فرضی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس کو
کا لعدم سمجھہ کے کارروائی کیجئے۔

جعفر علی - میں آپ کے پچھلے جملے سے متفق نہیں ہوں۔ جب تک یہ شبہ صاف
نہ کیا جائے گا۔ ماہوں جان پر مرآد علی کا جادو چڑھا رہے ہیں گا۔ ادھر یہ جعل کھلا اور
ماہوں جان کی سر کا رہ سے یہ مردود ہوا اور ہر سب کام بن گئے۔

نواب مرتضی - یہ بالکل درست ہے۔ اچھا تو میں جاؤں۔ مگر میرا یہ خیال ہو کہ
اس کی گرفتاری کے لئے میرا لکھنؤ میں رہنا ضروری ہے۔ میں اس ملعون کو جہنم
میں زیج چکوں تو اٹھیاں ہو۔ ایک بن ماں باپ کی بھی کے پیچھے پڑیں گے، اگر وہ مالدار
ہے تو پھر تیرے باکا پکیا اجارہ ہے چاہتا ہے کہ میرے ساتھ نکاح کر لے اور کھل مال
میرے سپرد کر دے، خوب شراب خواریوں اور رندی بازیوں میں اڑاؤں، اگر خدا نخوا
اس کی آرزد برقی تو خدا جانے اُس غریب کا کیا انعام ہو، دوسرے اُس کا کفہ نہیں

کہاں وہ نہیں زادی کہاں یہ پانچ روپیہ ماہوار کا مختار پھر بدتمیز زیبودہ شراب خواہ کہاں وہ نیک بخت لڑکی، پانچوں وقت کی نمار، کلام اللہ کی تلاوت، روزہ دار پھر گار کہاں یہ بدکار کوئی جوڑ ہے، الفحاف کہتا ہے کہ یہ اُس کے قابل نہیں محض روپیہ کی طمع ہے اُس کی ماں نے اسی دن کے لئے یہ وصیت کی تھی۔

جعفر علی۔ اچھا تو میں جاتا ہوں، انشاء اللہ شام کی گاڑی میں اگرہ اور وہاں سے گوالیاں اور پھر اونچین جانے کے ضرور پتہ لکالاؤں گا۔

لواء مرتضیٰ۔ یہ تو پھر کاراسٹہ ہے بخ کے چھاؤنی سے ہو کے جائے۔

جعفر علی۔ مجھے اگرہ جانا ضروری ہے، پسے خاص کام کے لئے، گوالی میں ہیرے اکثر اجباب ہیں۔ اونچین میں البتہ کوئی دوست نہیں لیکن گوالی سے کوئی سلسلہ پیدا کرنے نگاہ۔

لواء مرتضیٰ۔ آپ کی رائے صائب گوالی سے سلسلہ چلے گا۔ خصوصاً فوجی دفتر سے۔

جعفر علی۔ یہی میرا خیال ہے مگر یہ تک نہیں بیہتہ کہ اونچین سے اور لکھنؤ، حکومت

ٹیاپرچ سے کیا تعلق ہے اگر واقعی میاں جان اسم فرضی نہیں ہے تو اسی سے یہہ جلو گا۔ مگر جناب عقل کی بات ہے اگر کوئی سلسلہ ہوتا تو جب اشتہار دیا گیا تھا یعنی شریفیت

ولایت حاصل کرنے کے لئے اُس وقت ہر دعویدار کے لئے اچھا خاصہ موقع تھا۔ یہ میاں جان اگر واقعی چھاہیں تو کیوں خاموش رہے اب چار پانچ برس کے بعد خواب غفتہ سے بیدار ہوئے۔

لواء مرتضیٰ۔ بیدار نہیں ہوئے چونماںے گئے ہیں مگر تقریر قبل از وقت ہوئے۔

آپ کے جانے سے حال گھلنے گا۔

جعفر علی شام کی گاڑی سے اگرہ روانہ ہوئے وہاں پنج کے شہید شاہزادے کے مزار شریف کی زیارت کی پھر گوالی روانہ ہوئے۔ یہاں کئی دن قیام کرنا پڑا۔ فوجی و فرسی پتہ لگا کہ میاں جان پیش خوار اجتن میں سکونت رکھتا ہے۔ اونچین کو روانہ ہوئے۔ بڑی مشکل سے پتہ لگا کہ وہاں کوئی میاں جان کے نام سے اگاہ نہ تھا۔ صوبہ دار بڑا

عہدہ ہے وہ ایک فرانسیسی صاحب بڑی شان و شوکت سے رہتے تھے، بالآخر معلوم ہوا صوبدار ہنس جمعدار کے نام سے مشہور ہے اُجین کے قریب ایک چھوٹے سے پڑی میں کچی سی جھوپڑی میں جمعدار میاں خان یا میان جان رہتے، جو بندہ یا بندہ آخر یہ شیخ ہی گئے۔ وہ بیٹھے حقہ پیتے تھے۔ دو ایک گنڈا رکھنے والے ایک بڑھا سادمی مگر گرانڈ ٹیل، بڑی بڑی سفید موچہ ہیں۔ کل مجھے اور کوچھ فوجی انداز سے ایک لگ کئے ہوئے پُرانا کوٹ پہنچے، سپرو تلوار دیوار کی ایک کھونٹی میں لٹکی ہوئی ایک کونہ میں پُرانا فرش کی بندوق جس کی نالی زنگ کھانی ہوئی، لکھڑی کا کندہ دمیک چٹا کوئے سے لگی کھڑی ہے، قدیم فوجی نشانیاں قومی خدمت کا پتہ دے رہی ہیں۔ بات چیت کا انداز بھی فوجی ہے۔

حکیم جعفر علی۔ السلام علیکم۔

جمعدار۔ و علیکم السلام کہاں سے تشریف لانا ہوا؟
سیاہیانہ سادی وضع اور لکھنؤ کی نفاست کا مقابلہ کھا، اور ہر دہ زین کا خاکی کوٹ بڑا پکڑ پڑے جز پہنچنگوں کا منڈا سا منے دھرا ہوا۔

ادھر جامہ دار کا دگله بیلدار پر چکوشی کھواب کی بیلدار ٹوپی سفید شالی روماں گلے سے لپٹا ہوا لکھنؤ کی وضع طرح کہیں جھپٹی ہنس۔
حکیم صاحب۔ لکھنؤ سے آیا ہوں۔

جمعدار۔ تمور بدل کے، اُسی جعلی مقدمہ میں اب آپ آئے ہیں، معاف کیجئے گا۔

حکیم صاحب۔ شاید میرا مقصد کچھ اور ہر ہر شخص جعلیہ نہیں ہوتا۔
جمعدار۔ اچھا تو اپنا مقصد بیان کیجئے۔

حکیم صاحب۔ ممکن ہے کہ مقدمہ وہی ہو جو آپ کے خیال میں ہے، میری بات

سُن کے جو چاہئے رائے قائم کیجئے۔

جمعدار - صاف کہتے علیٰ جان دالے مقدمہ کا کوئی تعلق ہے۔
حکیم صاحب - وہی۔

جمعدار - تو آپ کیا کہتے ہیں۔

حکیم صاحب - مجھے صرف چند امور آپ سے دریافت کرنا ہیں اگر آپ اجازت
دیں تو بیان کر دوں۔

جمعدار - پوچھئے۔

حکیم صاحب - کیا آپ علیٰ جان مرحوم کے حقیقی بھائی ہیں؟

جمعدار - ہرگز نہیں۔ علیٰ جان قوم کے مثل تھے، منصور الدولہ بہادر کے لڑکے

دوسری بیوی سے۔ میں قوم کا پٹھان ہوں۔ علیٰ جان لکھنؤ کے تھے، میں رائے بریلی کا
اصلی باشندہ ہوں مٹا برج میں بھی رہتا تھا وہ بھی میرے باب پ محمد خاں سرکار شاہی میں
پاہیوں میں نوکر تھے۔ منصور الدولہ بادشاہ کے مهاجر تھے، ہاں علیٰ جان اور میں
ہم عمر تھے میں اور دہ ساٹھ کھیل کے بڑے ہوئے۔ میں ان کی شادی میں شرک
تھا۔ وہ جو سیکم صاحبہ لکھنؤ سے بیاہ کے آئی تھیں میرے سامنے بیاہ کے آئی تھیں
پھر میں باب کے مرلنے کے بعد بڑے بھائی محسن خاں مرحوم سے لڑکے رائے بریلی چلا
آیا۔ پھر ایک دوست کے ساتھ گواہیاں ہیں نوکر ہو گیا۔ آج تک وہی سلسلہ چلا جاتا
ہے۔ یہاں ایک عقد کر لیا تھا ایک لڑکا دو لڑکیاں ہوئیں خدا کے کارخانے اور ہر بیوی
میں لڑکا تھا ان کے جیتنے جی مر گیا تھا لڑکیاں بھی ایک ہی سال کے اندر گذر گئیں۔ میں
صدایار ہا۔ تینس برس ملازمت کے بعد اب پہنچ پاتا ہوں، یہاں دو چار بگھہ زمین
ہے کھستی کام کرتا ہوں غلہ کھیتوں سے سال بھر کے خرچ کا نکل آتا ہے، پہنچ سے اوپر کا
خرچ چلتے ہے صبح سے شام تک چھٹی روٹی پیٹ بھر کے مل جاتی ہے، مہاراجہ کو دعا دیتا

ہوں، خدا کا شکر کرتا ہوں پڑا ہستا ہوں مجھے کیا عرض کہ اس بڑھوئی وقت میں علیٰ جان کا
بھائی بنوں، پر لئے باپ کو اپنا باپ بناؤں۔

حکیم صاحب۔ یہ آپ سے علیٰ جان کا بھائی بنتے کی کس جعلیہ نے صارح بتائی۔
جمعدار۔ وہ لاکھ بنائے میں بستاک ہوں۔

حکیم صاحب۔ یہ تو میں سمجھا خدا خواستہ آپ کیوں جھوٹ موت کی کے بھائی کی
کے بیٹے بنیں مگر یہ قصہ کیا ہے ذرا تفصیل سے بیان کیجئے، میں خاص اسی قصہ کے سننے کے لئے
لکھنؤ سے آیا ہوں۔

جمعدار۔ قصہ سُننے، میں نے آپ سے کہا کہ بڑے بھائی حسن خاں سے بخش ہوئی
تھی اس نے میں میا برج سے چلا آیا تھا، میرے آنے کے بعد بڑے بھائی نے انتقال کیا
ایک لڑکی اور لڑکی کی ماں یعنی بھائی صاحبہ دہیں رہیں۔ رائے بریلی میں میری والدہ
نمدہ تھیں ان کو میں خط اور خرچ دعیزہ بھیجا کرتا تھا، بڑے بھائی کی لڑکی کی شادی لکھنؤ
میں قرا، پانی والدہ صاحبہ رائے بریلی سے گئیں بہت ضعیف تھیں مگر بیوی کی شادی تھی
کیوں کرنے جاتیں۔ مجھکو خط لکھ کے لکھنؤ بلوا بھیجا۔ میں ایک دوسرو دسیہ کی تدبر کر کے لے گی
عرض لڑکی کی شادی غریب امور کر دی گئی وہیں ایک صاحب جوان سے علیٰ جان کو درافت
کرتے پھرتے تھے اتفاقاً مجھے سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے علیٰ جان کا حال جتنا مجھے کو معلوم
تھا بیان کر دیا۔

حکیم صاحب۔ ان صاحب کا نام آپ بتا سکتے ہیں۔

جمعدار۔ جسی ہاں۔ مراد علیٰ نام تھا خوب یاد ہے، وہ کئی دن میرے یہ مجھے پڑے
رہے خوب سبز باغ دکھائے، مطلب یہ تھا کہ آپ علیٰ جان کے سکے بھائی بنجائیے اپنیں
سے معلوم ہوا کہ علیٰ جان کی کوئی لڑکی ہے ماں اُس کو لے کے لکھنؤ چلی گئی تھیں اور کوئی
ان کے عزیز تھے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے کے انتقال کر گئیں، اب لڑکی اپنیں کے

پاس ہے، وہ صاحب مرآد علی کہتے تھے آپ دعویٰ کر رہے تھے تو یہ ہزاروں روپیہ کی جائیداً آپ کے ہاتھ لگے گئی ہم آپ اپس میں حصہ باٹ کر لیں گے، اور اگر آپ نہ لڑیں تو مقدمہ پنج ڈالئے۔ پہلے تو میں ان سے اہم ملے کرتا رہا ذرا شرم کی بات ہے لیکن اب آپ سے کیا چھپاؤں۔ مجھے ان دونوں روپیہ کی ضرورت تھی۔ مرآد علی نے کچھہ روپیہ بھی مجھکو دیا۔ میں ہاں کرتا رہا۔ میرا بھی قصہ نہیں ہوا تھا کہ میں یہ جعلی مقدمہ لڑوں مگر وہ مجھکو بیوقوف بنانا چاہتا تھا اور میں اس کو اُتو بناتا تھا۔ اس طرح مجھہ کو ڈالنے سے روپیہ کا فائدہ ہو گیا۔ بھرا ہنوں نے کہا کہ آپ ایک اشتہار دیدیجئے۔ مجھہ سے کہتے رہے کہ لکھ دیجئے۔ میں نے اپنے قلم سے اکام حرف نہیں لکھا آخر انہوں نے اگرہ میں یہ اشتہار چھپا کے ایک نقل مجھہ کو بھی روایت کی۔ جعلی مقدمہ تو مجھکو کرتا نہ تھا میں نے اخبار دا لے کر ایک خط لکھا کہ یہ اشتہار تم نے کس کے ہکنے سے چھاپا، اخبار والے نے جواب دیا کہ اُجھے اشتہار جو ہم کو اُجرت دے گا اس کی ذمہ داری پہ چھاپ دینگے۔ دوسرا خط میں نے مرآد علی کو لکھا کہ تم نے جعلی اشتہار میرے نام سے کیوں دیا سوڑا۔ جواب دوسرے میں فوجداری میں مقدمہ چلاوں گا۔ آخر تجاذب و درجے ہوئے اجتنی میں میرے پاس آئے میں نے پانچواڑا بینٹھے۔ اب آپ تشریف لائے ہیں۔ اس آخری فقرہ سے یہ مطلب تھا کہ دیکھئے آپ سے کیا وصول ہونا ہے۔ حکیم صاحب۔ (تخیلیہ کر کے) یہ سب تقریر جو آپ نے ادا کی ہے اگر اسلو قلمبند کر کے مجھکو دیں تو میں بھی کچھہ نذر کر لے گو حاضر ہوں۔

جمعدار۔ یہ سب پنوارہ تو میں نہیں لکھ سکتا مطلب کی باتیں مختصر عبارت میں لکھ کر دے سکتا ہوں۔

حکیم صاحب مجھے صرف اتنا چاہئے۔

میں میاں جان بحالت صحیت نفس و ثبات عقل پا قرار صارخ تھیق

کرتا ہوں کہ یہ اشتہار جو میری طرف سے دختر علیٰ جان کی دلايت کے مقدمہ میں دیا گیا تھا جھوٹا ہے۔ میں نے ہرگز اس اشتہار کے چھاپنے کی اجازت نہیں دی تھی، نہ میں علیٰ جان کا حقیقی بھائی ہوں نہ رشته دار ہوں، مجھے مقدمہ دلايت دختر علیٰ جان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں اجازت دیا ہوں کہ یہ تصدیق میری طرف سے کسی اخبار میں چھاپ دیجا کے یا جب ضرورت ہو عدالت میں پیش کیجائے۔“

فقط :-

العبد

سیاں جان جمدادار پشن خوار مسرا مہارا جہہ فنا، گوالیا،
حکیم جعفر علیٰ نے پانسون روپیہ دے کے یہ ضروری سار ٹیفکٹ حاصل کیا، جمداداً
لے ایک دن دھوم سے دعوت کی، اس اثناء میں حکیم جعفر علیٰ نے اس مقدمہ کے جستہ
جستہ حالات، اختر تی بیگم کی نیک بختی مراد علیٰ کی بدمعاشیں خورشید مرزا صاحب کی نیکی
مگر بھولائیں یہ سب واقعات جمدادار سے بیان کئے۔ آخر آینہ خط و کتابت، ہماری
رکھنے کا اقرار لے کے حکیم صاحب کو رخصت کیا، بعد تے کلفنی و ملاقات یہ رقم پانسون کی
و اپس کرننا چاہی مگر حکیم صاحب نے و اپس نہیں لئے۔ اس کے بعد لکھنؤ کو روانہ ہوئے۔
اس جعل کے کھلنے کے بعد حکیم صاحب نے فوراً نواب مرزا کو تارہ دیا۔ یہ ظلم
ٹوٹ گیا قابل اطمینان کا میابی ہوئی۔“ نواب مرزا نے تار کی خبر اختر تی بیگم کو پہنچا دی،
اختر تی بیگم بہت خوش ہوئی۔

باق

زینب بیگم نے بوئن کے رنگ دیکھ کے محنت علی کو تار دیا بوئن کو لیجا وہ آئے بوئن کو سوار کر کے لے گئے۔ ادھر سے بھی لوایا مرآڈ علی کونا کامی ہوئی، مگر شرفوں کے جاتی تھی، منشی جی گھرا یتے ہنسی یہ عورت آپ کے ہاتھ سے ہنسی جائے گی، آئے پر آئے۔

ہر قریبی دویں میں سارے ۳ بجے اسکوں سے آئی دویں دروازہ پر لگائی یہ دویں سے اُڑی کھا رخخت ہوئے۔ یہ مکان میں جا رہی تھی کہ اس کو ایک پوسٹ کارڈ دروازے کی چوکھٹ کے پاس ٹراہوا معلوم ہوا۔ اُس نے پوسٹ کارڈ اٹھالیا۔ پتہ لکھا تھا، شہر لکھنؤ، محلہ معالیٰ غار کی سرمست مکان میرا متیاز علی دہرمزی کے والد مرحوم کا نام تھا، رحیم بخش کو ملے۔

پوسٹ کارڈ میں لکھا تھا منشی جی کہد بنا سو لے کی بونی ٹمل گئی بارہویں تاریخ جمعہ کے دن شام کی گاڑی میں ہم لکھنؤ کے اسٹیشن پر پہنچ جائیں گے۔ ہر قریبی کا دل کھٹک گیا، سونے کی بونی ٹم۔

چامل ناخواندہ مردم ہو یا عورت اپنی ذرا اسی ہوشیاری کو بہت کچھ بھیتے، میں اول تو شرفوں کو یہ خیال ہی نہ تھا کہ پوسٹ کارڈ سو لے رحیم بخش یا مرآڈ علی کے کسی اور کو مل سکتا ہے۔ یہ خیال تو کسی حد تک ٹھیک تھا مگر اُس کو یہ نہ یاد رہا کہ ممتاز علی جنکے پتہ سے خط آلتے ہیں یہ ہر قریبی کے باپ کا نام ہے۔ اس نے ہو سکتا ہے کہ پوسٹ کارڈ پہلے ہر قریبی کے پاس جائے۔ ہر قریبی نہ کی کی ہر دیکھ کے ذر آپ ہچان گئی کہ یہ

شہر فوکی کا رروائی ہے یہ بوٹن کو مرآد علی کے لئے بھاگ کے لائی ہے۔ اُس نے فوراً انحرافی کے ذریعہ سے نواب مرزا کو اطلاع دی، نواب مرزا پہلے سے ہی ہوشیار تھے۔ لیکن اس جدید واقعہ کی اُن کو خبر نہ تھی، اب اُن کو یقین ہو گیا کہ مرآد علی بوٹن کو لے کے بھاگ جائے گا۔

مرآد علی نے جواہرات کا صندوقچہ مہاجن کی کوٹھی سے نکلا وایا اُس وقت بھی گرفتاری کا موقعہ ہتا مگر وہ خورشید مرزا کا مختار عام تھا، فوراً کہہ دیتا نواب صاحب کے پاس لئے جاتا ہوں۔ انہوں نے قصد کر لیا کہ خدا نے چاہا تو ریل گاڑی پر سوار ہوتے وقت گرفتار کر لوں گا۔ نواب مرزا نے اس دانائی سے اس کی بُنگرائی۔ کھی تھی کہ اس کو کسی قسم کا شبہ نہ ہونے پایا۔ آخر جمعہ کا دن گذر اشام ہوئی۔ ہر مرزی چادر پیچہ کر کے اسٹیشن پر پہنچ گئی، بریلی گاڑی دوسرے نمبر کے پلیٹ فارم پر آئی تھی۔ ہر مرزی نمبر ۲ پلیٹ فارم پر ایک گوشہ میں بیٹھی ہوئی، انتظار کر رہی تھی۔ اُس نے دیکھا ایک شخص جوان میانہ قد سے کچھ بڑی بڑی موچھیں ڈاڑھی منڈی ہوئی سالو زنگ پلیٹ فارم پر اور ہر پر رہا ہے گویا وہ بھی کسی کے انتظار میں ہے۔ ہر مرزی کے دل نے گواہی دی کہ ہونہ ہو یہی مرآد علی ہو، اُس نے مرآد علی کو بھی نہیں دیکھا تھا اب ہر مرزی کی نظر میں بر قعہ کی جالی سے اسی طرف متوجہ ہو گئیں۔ گاڑی کے آنے میں اب ہر مرزی دیر تھی، پلیٹ فارم پر جو لوگ تھے اُن میں باشیں ہو رہی تھیں گاڑی آج ڈیرہ گھنٹہ لیٹ ہے۔ ہر مرزی کسی سے کچھ کہہ کے نہیں آئی تھی وہ کبھی رات کو گھر سے باہر نہیں جاتی تھی اُس کو خالی تھا کہ آماں بہت پر لشان ہوں گی۔ مگر خیر جو کچھ ہو گیں بوٹن کو لے کے جاؤں گی۔ ہر مرزی نے یہ بھی دیکھا کہ اُسی جوان کے قریب قریب مسافروں کی اوٹ میں ایک اور شخص ادھیر ساکرزوں ڈاڑھی، دراز قامست مرآد علی کے پیچے پیچھے ہے۔ اب گاڑی کے آنے میں ابھی آدھہ گھنٹہ باتی ہے کہ اس

ادھیر آدمی نے مرآڈ علی کا ہاتھ پکڑا، مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے ذرا علی ہ چلے آئیے لفظیں خود ہر فرزی نے اپنے کافوں سے سینیں، مرآڈ علی اس شخص کی مزاجمت سے بہنے کچھ
گھرا ساگیا، اُس کے بعد دلیر ہو کے میں اس وقت کسی کی ہنیں شُن سکت، میرے گھر کی
سوارہ یاں ریل پر آرہی ہیں عورتوں کو اٹارنا ہے۔ یہ موقع کسی سے گفتگو کا ہنیں ہے۔
دباٹیں کرتے کرتے یہ دونوں ہر فرزی کے پاس آگئے تھے جو کچھ باقیں ہو میں ہر فرزی نے
اچھی طرح سُننیں، دوسرا شخص میری بات آپ کو سنا، یہ پڑے گی، نہیں تو میں دوسرا می
تدبیر کروں۔ مجھکو آپ کی زحمت کا خیال ہے اور اپنا مطلب آشی سے نکانا پاہتا ہوں
ورنہ —

جو ان آدمی - ورنہ کیا، میری زحمت کا خیال آپ کو ہے۔ خیر میں اس کا شکر
ادکرتا ہوں مگر خواہ مخواہ آپ کسی کے کیوں مزاحم ہوتے ہیں۔

ادھیر آدمی - اب میں صاف کہتا ہوں کہ مالِ مسروقہ آپ کے پاس سے ابھی
گرفتار کر اسکتا ہوں۔

جو ان - یہ غلط ہے آپ کو دھوکا ہے۔ اچھا چلنے گھری دیکھ کے ابھی گاری
کے آئے میں آدھھے گھنٹہ ہے۔ یہ کہہ کے وہ دونوں پلیٹ فارم سے پُل کی طرف جائے لنظر آئے
اس اثناء میں دو شخص اور اُس ادھیر شخص کے ساتھ جائے دکھائی دئے مگر ذرا دُردُو۔
یہ لوگ اُدھر گئے، خدا جانے کہاں گئے، ہر فرزی کو معلوم ہنیں، "ہر فرزی خدا کے

ریل کے آگے تک نہ آئیں۔ میں بوتن سے مل لوں، بوٹن یقیناً میرے ساتھ چلی چلے گی۔
اس سمجھتے لے کیا کیا۔ ہائے ماں بابا کیا حال ہوا ہو گا؟ اتنے میں ریل کی سیٹی ہوئی مفتہ

پلیٹ فارم کے کنارے سے ہٹاتے تھے۔ گارڈی بڑے جوش و خردش کے ساتھ چنگھاری
چینکا، لیے دھوان بھون بھون نکلتا ہوا اظرفہ العین میں اسٹیشن پر چینچکے ہم گئی، قلیوں لے
گارڈیوں کو گھیر لیا۔ مسافر ہلد ہلد اُرتے لگے جو لوگ کسی کو یہیں آئے تھے وہ اُدھر دیکھنے

بھا لئے گے۔ ہر مزی بھی اپنی جگہ سے اٹھی گاڑی کے ایک سرے سے دوسرے سرے کے جلی گئی۔ بوٹن نہیں آئی۔ اتنے میں اس کی نظر شرقو پر پڑی۔ اب ہر مزی کو تین ہو گیا تو ٹن بھی ضرور ہے۔ بوٹن بر قعے میں لیٹی لپٹائی اُتری۔ ہر مزی نے پاس جا کے ہاتھ پکڑ لیا۔ شرقو کے منہ پر ہوا ایساں اڑلے لگیں۔ اب دو بر قعے پیش عورتیں آئیں سامنے کھڑی ہیں۔ شرقو پل کی طرف جلد جلد قدم اٹھا کے جاتے دکھائی دیا۔

ہر مزی۔ بوٹن یہ تو لے کیا غصب کیا، امرے نہ اپنی آبرو کا خیال کیا نہ مان پکی۔ بوٹن۔ ڈرسی گئی، کچھہ دیر خاموش رہی (ہر مزی سمجھی کہ جواب کیا دے گی، اب میرے ساتھ شہر چلی چلے گی جو کچھہ ہوا اب اس وقت زیادہ چھیرنا اچھا نہیں)۔

ہر مزی۔ اچھا تو اب چلو۔

بوٹن۔ (چلوں کماں، اب میرا منہ اس قابل نہیں کہ کسی کو صورت دکھاؤں جو میری قسمت کا لکھا تھا پورا ہوا۔ لے تم جاؤ۔

ہر مزی۔ اب میں تم کو جھوڑتی ہوں ساتھ لے کے جاؤں گی۔

بوٹن۔ بہن ہر مزی خندن کہ وہ میں نہیں جاؤں گی، نہیں جاؤں گی۔

ہر مزی سمجھی کہ دب گئی، کسی قدر تحکم کے ساتھ کیوں کرنہیں جاؤں گی۔ میں تو لے کر جاؤں گی۔

بوٹن۔ جب میں نہیں جاتی تو تم کیا لے جاؤں گی۔ کسی قدر آوازی بلند ہو چلی تھیں۔

ہر مزی۔ فردا شرماڑ چکے چکے بات کرو۔ چاروں طرف غیر مرد دے ہیں، کیا

لڑو گی اور بھر سر بازار، لے اب چلی، ہاتھ پکڑ کے اپنی طرف گھسیٹا۔

بوٹن۔ زور سے لے تھے جھٹک کے، اور غصہ سے، نہیں جاتے، یہ بھی زبردستی ہے،

میں اپنے شوہر کے انتظار میں کھڑی ہوں وہ یہیں کہیں ہوں گے۔

ہر مرزا - شوہر کیسا۔ یہ ستر فونگسٹن تم کو گھر سے بکال کے لامی، تہر چلو دیکھو اس کا سرمونڈ اجائے کا ناک کانی ڈجائے گی۔

بوٹن - وہ کیا بھگالانی - میں ایسی نتھی بجا ہوں کوئی پھنسلا کے لے آتا۔ میں اپنے بنا جی خصم کے پاس آئی ہوں۔

ہر مرزا - بناج کیسا۔ کس نے بناج کیا۔ کہاں ہوا کیوں کہہ ہوا۔

بوٹن - اس قصہ سے تم کو کیا میں اپنے آپ مختار ہوں۔ میں نے خود خوشی سے اپنا بناج کیا، لے آب جاؤ۔ ابھی تک میں بہن بہن کہے جائی ہوں۔ نہیں تو۔

ہر مرزا - نہیں تو کیا۔ اندھیرہ ہے نہ کہ میں تم کو چھوڑ کے، ایک بدمعاش کے حوالے کر کے چلی جاؤ۔

بوٹن - لے سی بھی چلی جاؤ نہیں تو میں ابھی چھینتی ہوں کہ میں اس عورت کو نہیں جانتی، میں مسافر ہوں اپنے شوہر کے پاس آئی ہوں، یہ زبردستی مجھ کو کرٹ کے خدا جانے کہاں لیجانا چاہتی ہے۔ خواہ مخواہ میرے یتھ پڑھی ہے۔ لے ہاتھ چھوڑو نہیں تو چھینتی ہو۔

ہر مرزا - اس حد تک بوٹن کو دھیٹ نہ جانتی تھی، اس کو یقین تھا کہ میرے ملنے کے بعد چیکی ساٹھ چلی آئے گی، اُس نے یہی بڑی جرأت کی تھی کہ اس طرح ماں کی بلا اجازت اسٹیشن پر آئی، بوٹن کسی پڑھے جن کی پڑھانی ہوئی تھی۔ واقعی اگر اُس نے یہی کیا جو کہتی ہے اور وہ مرد وابھی آگیا تو خدا جانے کیا ہو، یہ کہتی ہے کہ میرا بناج خصم ہے اگر چہ یہ ضرور جھوٹ ہے اس وقت تو اس کا فقرہ چلتا ہوا ہے۔ مجھے کیا پڑھی ہے چوڑھے میں جائے۔

یہ بات دل میں سمجھہ کے ہاتھ چھوڑ دیا اور پھٹک کے علیحدہ ہٹری ہو گئی، اب اُس نے دیکھا کہ وہ بوجوان آگیا اور تلتے ہی بوٹن کے پاس گیا۔ دو بوز میں چھپے چکے یا تیس ہو میں۔ وہ شحف ادھیر سا جو ساٹھ گیا تھا اب ساٹھ نہیں ہے۔

اب یہ دلوں ڈینگ ردم کی طرف روانہ ہوئے۔

جب بوٹن اور مرآد علی (کیونکہ اب ہر مزی کو اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ یہ شخف مرآد علی ہے) میں بوٹن نے مرآد علی سے ملتے ہی گھبرا کے دریافت کیا، کانپر کی گاڑی کب جائے گی۔ ”مرآد علی کو اس کا علم ابھی نہیں ہوئے پایا تھا کہ کوئی عورت یا مرد بوٹن کو لیدنے آیا ہے۔“ کانپر کی گاڑی دل بچے۔

ہر مزی۔ ادھیر سے شخف کو سمجھنے کی کہ یہ کوئی دوست مرآد علی کا نہیں ہے بلکہ اس کی گرفتاری کی فکر میں آیا ہے خدا جانے مُواب تک گرفتار کیوں نہ ہو گیا۔ اگر ہر معاشر گرفتار ہو جائے تو بوٹن ضرور میرے ساتھ چلے گی۔ اس خیال سے ہر مزی اسٹشن پر پھری رہی۔ آخر تو میں آئی ہوں دو تین لمحہ ہو گئے مگر بہت بری بات ہو شاید بوٹن اس پر معاشر کے پھنسنے سے نکل کے میرے ساتھ ہو جائے۔

ہر مزی چکی ایک بخ پر بیٹھ گئی جوز نانہ ڈینگ روم سے کسی قدر فاصلہ پر تھی، اس نے دیکھا کہ مرآد علی اپنا اسباب بوٹن کے پاس چھوڑ کے پوراں مٹھائی خرید کے لایا۔

ہر مزی کا کوئی بس نہیں چل سکتا اگر اسوقت ہر مزی اس شخف سے جو ادھیر ہے یہ حال کہنے تو شاید کچھ ہو سکے۔ مگر غیر مرد سے بات کرنے کی اُس کو جرأت نہ ہوئی۔

ہر مزی نواب مزا کا نام اختی سے سُن چکی تھی مگر صورت نہ دیکھی تھی۔ دل میں خال تھا کہ یہی نواب مزا ہیں مگر کیا وجہ ہوئی کہ انہوں نے اس کو مرآد علی کو چھوڑ دیا اے لو سارا ہے نہ ہو گئے صرف آدھا لمحہ باقی ہے یہ نواب مزا ہیں جن کو ٹھوڑ کا یہ ہوئی

دیکھا تھا، یعنیاً دہی ہیں، اے ہے حکیم صاحب اس موقعہ پر کیوں نہ ہوئے اُن سے میں بات کر سکتی تھی ہر مزی غریب کو کیا معلوم تھا کہ حکیم صاحب راجپوتانہ کی سیر کر رہے ہیں۔

نواب مزا نے فوراً کیوں نہ گرفتار کیا؟ بات یہ ہے کہ مرآد علی بڑا چلتا پر زہ تھا۔

جس طرح چور جب چوری کو نکلتے ہیں سینکڑوں فکریں اپنے بجاو کی موقع سے نکل جائیں۔

کی پہلے سے سوچ کے اُس کی تدبیر کر لیتے ہیں۔ پہلے فال شگون لیتے ہیں، گیدڑ کے بولنے کا انتظار رہتا ہے پھر کپڑے اور تار کے چٹ لنگوت کستے ہیں بدن پر تیل ملتے ہیں تو یہ کی سیاہی تیل میں گھپی ہوئی ہوتی ہے اسی لئے عورتیں تیل تو اپکار کے چور کی حفاظت کا ڈبکا کیا کرتی ہیں پھر چھری کمر میں لگا کے پستول رووالور بھر کے کمر میں بازدھ کے ہر طرح مضبوط ہو کے چوری کو نکلتے ہیں، مراد علی کا یہی حال تھا، مگر اُس کی اور تدبیریں تھیں۔

عمرہ امیرانہ لباس میں اُنسنے اپنی رذالت کو چھپایا تھا۔ رووالور بھی اُس کے بیگ میں تھا مگر سپاہیانہ دفاع کی نہ اس کو جرأت ہتھی نہ بالفعل ضرورت تھی۔ شاید مغلوب بلی کی طرح کسی وقت جرأت کر بیٹھے، قانونی حفاظت اُس نے ہر طرح سے کر لی تھی، خورشید مرزا کا مختار نامہ اُس کی جیب میں تھا۔ جواہرات مہاجن سے لائے کے لئے جو رقعت لکھا گیا وہ بھی چالاکی سے وہ مہاجن کی کی آنکھ بچا کے اٹھا لایا تھا۔ نہیں معلوم کن تدبیروں سے بلکہ عرب میں جانے کے لئے پروانہ را ہماری بھی اُس نے حاصل کر لیا تھا۔ عجیب نہیں کہ نکاح کا داقعہ بھی درست ہو جس زمانہ میں بوئن لکھنؤ میں تھی اور بانش کی سیر ہمی تیار ہوئی تھی۔ اُسی زمانہ میں یہ جعلی نکاح ہوا ہو تو کیا تعجب ہے۔

لواب مرزا ایک بیک فوجداری کے مقدمہ میں ہاتھ ڈالنے سے جھوکتے تھے ممکن ہے کہ بدمعاش صاف نکل جائے اور اُن لئے ڈیں پھنس جاؤں یہ خیال بھی تھا، پولیس اپنی ذمہ داری پر گز نثار گرنے سے انکار کر چکی تھی۔ ادھر مراد علی نے کامیابی کے لئے ہر طرح سے مضبوطی کر لی تھی۔ غرضک داقعات کی میزان پرابر تھی اگرچہ قدر تماز ہے مرزا کا پلہ جھکتا ہوا تھا مگر شبہ مدعا علیہ کے مخفی تھا۔ ہر مرزی کے خیالات تو ان باریکوں تک نہ پہنچتے مگر وہ یہ دیکھ رہی تھی کہ کچھ نہ کچھ سبب ہے جس سے لواب مرزا نے اس موئے کو چھوڑ دیا۔ بالوں بال بچا جاتا ہے۔ کورانِ کلاما ہے۔ اثناء گفتگو میں بوئن کے منہ سے بخل گیا تھا، تم اچھی را ہ پڑھاتے ہیں تم اُلٹی روکتی ہو۔

ہر فری - آخر کہاں جانی ہو؟
بوٹن - تو یہ کیوں بتائیں، اچھا تم کیا کہ سکتی ہو، تاٹے دیتے ہیں گعبہ شرف
جائیں گے۔ پرسوں سماں مبینی پہنچ کے ٹکڑے کے جہاز پر سوار ہو جائیں گے، پھر ہمیں
کون پاتا ہے۔

مبینی جہاز کعبہ شرف یہ سب بی ججن (مشرفہ) کی تعلیم تھی۔

ہر فری کو نواٹ مرزا کے آنے کی امید لگی ہوئی تھی۔ چکے چکے دعائیں مانگ رہی
تھی یا علی شیر نواب مرزا کو لاڈ گھر۔ اے لوگھنی ہو گئی نواٹ مرزا کا اپنکا پتہ نہیں
ہے۔ دوسرا میں بھنٹی بھی ہو گئی، ریل کے چھوٹنے سے پہلے مراد علی نے بوٹن کو گارڈی
میں بٹھایا خود بھی گاڑی میں گیا مگر ہر اُتر آیا، ایک کیلے والا ریل کی کھڑکی کے پاس ملتا
بوٹن نے منہ نکال کے (بر قلعہ کی جابی منہ پر ہے) مگر ہر فری نے اچھی طرح پہنچان لیا،
بوٹن نے ایک گود کیلے کی مول لی۔ مراد علی نے جیب سے روپیہ نکال کے دیا، جلدی
پسے دو گاڑی چھوٹا چاہتی ہے۔ اب نواب مرزا دکھانی دے۔ نواب سرز اکو دیکھ کے
پکڑا کے کھنچ لیا۔ نواب مرزا نے جلد جلد گارڈ سے کچھ باتیں کیں۔ گارڈ ریل پر چڑھنے
کو آگے بڑھا یہ بھی اُس کے پیچے پیچے۔ آخر ہر فری نے دیکھایا خالی شبہ مقاکہ نواٹ
مرزا گارڈ کے ساتھ ہی ساتھ تھے۔ ہر فری نے گاڑی میں چڑھتے تو ہمیں دیکھا مگر ریل کے
جلنے کے بعد بڑی دیر تک نواٹ مرزا کے داپس آنے کا انتظار کرنی رہی وہ داپس نہیں
آئے شاید ریل گاڑی میں جگہ مل گئی۔

آب ہر فری کا ٹھہرنا بیکار تھا، ریل کے پھاٹک سے باہر نکلی ایک اکے پر سوار
ہو کے شہر کی طرف روانہ ہوئی۔ ہر فری نے زندگی بھر کھی ایسی جرأت نہ کی تھی اُسکو خود

خون تصحیب تھا کہ یہ میں نے کیا کیا اماں جان دیت خفا ہوں گی۔ بوٹن کو ساٹھ لے کے جائی تو بھی ایک بات تھی امیری وہی مثل ہوئی، کہاں کی تھی کہیں نہیں، کہاں سے آئی ہوں کہیں سے نہیں۔

ہر مرزا گیارہ بج کے بعد گھر پہنچی، اختری کو خلاف وقت اپنی ماں کے پاس بیٹھے دیکھا۔ ہر مرزا پر زیادہ خفگی نہیں ہوتی۔ پوسٹ کارڈ کا داقعہ ماں سے اب تک چھپا یا تھا اس خیال سے کہ وہ ہرگز روا دار نہ ہوتی میں کہ میں بر قدر اور ہر کے ریل کے اسٹینشن سے اسی ماری پھروں چوٹی میں پڑے بوٹن بھارڑ میں جائے جوں تم کو کیا پڑی تھی کہ دوڑی کیں مگر بات معقول تھی اس لئے زینب بیگم خاموش ہو گئیں۔ ہر مرزا کو یہ فکر ہوتی اختری بیگم اس وقت کہاں، شاید اماں کے اکیلے ہو نے سے بیٹھی رہیں۔ اب چلی جائیں گی جب آدھی رات سے زیادہ ہو گئی اور اختری نے جانے کا نام نہ لیا، ہر مرزا کا تصحیب زیادہ بڑھنے لگا آخر حالات کھلے۔

اختری۔ دیکھتی کیا ہو۔ میں تھا رے گھر میں یہ مہشیہ کے لئے رہنے کو آئی ہوں۔ کیا تم بھی نکال دوگی۔

ہر مرزا۔ یہ آپ کا گھر ہے آپ کے لائق ہیں مگر نیکاں دنیا کیسا کچھ ترکیب، آپ کو نکال کون سکتا ہے،

اختری۔ آخر پینے لگھا در پرے گھر میں ٹرا فرق ہوتا ہے۔ آج کو اپنا گھر ہوتا تو کیوں اس طرح ذلت سے نکلتے۔ ڈولی تک نہیں بلانے دی۔ یہ کہہ کے اختری جیجنیں مار مار کے روئے لگی، آج معلوم ہوا کہ اماں جان مرن گئیں، اور زور سے چلا کے روئے لگی۔ آخر ہر مرزا نے گلے سے چھٹیا، قسمیں دے کے رومال منہ سے ہٹایا۔ ہاتھ منہ دھلاایا۔ اختری بیگم جنکی ہو کے بیٹھی مگر اب بھی آنسوؤں کا مینہبہ پرس رہا ہے۔

تمہتے تھتھتے تھمیں گے آنسو رو ناہے یہ کچھہ سہنی نہیں ہے

بائیں

تھر ہے کنج قفس میں بھی نہ آرام ملا۔ دشمن جاہنے صیاد کے غمخواز

خورشید مرزا کے کارخانہ کی ابتری ناظرنی کو معلوم ہے۔ مصنوعی چھپا کا خوت
ہمیشہ غالب رہتا ہے بے آبردی قید ذلتِ جلیل خانہ ہمیب شکل بنائے ہر وقت کا لے
ریو کی طرح منہ کھولے ایک دم میں ٹھرپ کر لیسے کی دھمکی دے رہا ہے نفس لوامہ ملامت گئے
ہے کیا اسی لئے خورشید بیگم نے اپنی پیاری اکلوتی لڑکی کا ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا کہ میں اس
ناپکار مرآڈ علی کے اغوا سے اس کے مال لاکھوں روپیہ باپ کا سامال اپنے حرف میں لاوں
میری نیک نیتی چاہتی ہتھی کہ میں خود اپنے روپیہ سے اس بن ماں باپ کی بچی کو پرداش کروں
یہ نہ ہو سکا تو یہ چاہئے تھا کہ اُس کے مال کو سانپ بھجو سمجھوں ہاتھ سے نہ چھوؤں، اس
نامراڈ مرآڈ علی نے کہیں کا نہ رکھا، خود ہی مال پر تصرف کرنے کی صلاح دی اب چھپا کا طرف
باہر ہوا ہے سینکڑوں دلیلوں سے اُس کی جھیت میری ہارتابت کرتا ہے اور ہر یہی
مشورہ دے جاتا ہے کہ زریقہ پر نوٹ تسلک قبائلہ ان سب کو اپنا مال کروں کئی
دن سے انھیں خیالات میں غلطان پھایا ہیں کسی کروٹ کسی پھلوچیں نہیں، دودن سے
حرارت سے سر پھٹا پڑتا ہے۔ آج صبح کو کچھہ آپ ہی مکس کی کنجیاں سامنے پڑی تھیں صندوق
سامنے دھرا تھا ماناخواستہ مکس کو کھولا ہائیں یہ چک کپ کیا ہوئی، یہ امیری نوٹ تو ہیں
صندوق کے اور پر کا تھانہ ہٹا کے دیکھا ایک نوٹ نہیں سرکپڑ کے بیچھے گئے۔ تھوڑی دسمبر
گذری تھی مدارجش نے کہا چنانی کا غیم آیا ہے، آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ ”دیوانخانہ میں

بلا لیا۔ منیم سلام کر کے بھیج گیا۔ مجھ کو الہ نے بھیجا ہے، مختار صاحب جواہرات کا صندوق تجویز
الہ سے لے گئے رسید اپنی دستخطی لکھ دی، الہ نے مجھ سے کہا ہے کہ نواب صاحب کے ہاتھ
کی رسید لادو، مراد علی مختار عام ہے مگر الہ کہتے ہیں خود نواب صاحب کی رسید ہونا چاہیے
بھاری معاملہ ہے زمانہ بُرا جا رہا ہے (دل میں) جواہرات کے صندوق تجویز کی رسید، منکار یا
کس نے تھا۔ مگر منہ سے کچھ بہیں کہا یہ کہے کے مال دیا مختار ابھی آیا بہیں ہے دہ آئے
تو رسید بھی دنگا۔

ششم۔ مگر آج ہی بھیج پجے۔

نواب صاحب۔ ہالہ تسرے پہر تک بھیج دل گا، خاطر جمع رکھیں۔

ابھی تک نواب صاحب خواب خرگوش میں ہیں اب بھی یکایک بہیں خیال میں
آیا کہ اتنی بڑی چالاکی مراد علی کی مجال بہیں ہے ابھی قید ہو جائے گا۔ پر ایسی لوت
کوں بھنا سکتا ہے اُس کے فردخت کا مختار کو اختیار بہیں جواہرات کیامنہ کا نوالا ہے
کہ کوئی جھپ سے نکل لے گا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد ہوش چاہوئے نوٹوں کے پیچے
کے لئے جعل ہو سکتا ہے۔ جعلی خورشید مرزا لکھنو میں نہ ہی بیتی کلکتہ میں کسی کو
بنا دیا مختار نامہ میں اس اختیار کو جعل سے بڑھایا۔ جواہرات کو سرکاری عملداری
سے نکل کے بیچ لینا یہ سب ہو سکتا ہے۔ مگر مراد علی سامنے کا چھو کر ایسی جرأت نہ کریں
بخار چڑھتا آتا ہے۔ پہنچدی ہی منت کے بعد جیسے کسی نے کان میں پھونک دیا۔ مراد علی
سب مال لے کے چلنا ہوا، چک میک، تک نوٹ صندوق تجویز سب جا چکا۔ اب تک ہوش
ہیں آتا ہوش کیا آتا۔ اب تک یقین نہ تھا جب سب یا توں کا یقین آیا گو یاد فتحہ برابر
بھلی گری، خورشید مرزا کھڑے ہو کے اندر جانا چاہتے تھے تو را کے گرے گرتے ہی
بے ہوش ہو گئے۔ باہرام آم علی موجود تھا۔ اُس نے چلا کے اندر شیر کی جعفری بیکم
چیل کی طرح پہنچیں، باپ کو بے ہوش پایا، بخار ہے کہ جیسے چھنے بھن رہے ہیں فوراً